# سبق نمبر1:

## ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا تعارف:

**نام و نسب و مولد و مسکن**:ان کا اصل نام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن الخلیل بن ابی بکر الفَرْغانی المَرْغِیْنَانی ہے۔آپکا مولد و مسکن مرغینان ہے جو ماوراء النہر کے علاقے "فرغانہ" کا ایک شہر ہے۔وادی فرغانہ میں سے ایک روسی دریا سیحون گزرتا ہے اور شہر مرغینان اس کے مشرق میں واقع ہے، (الجواہر المضیئۃ ) صاحب ھدایہ اسی شہر کی نسبت سے مرغینانی کہلاتے ہیں۔آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں ، (حدائق الحنفیہ )

**ولادت** : امام مرغینانی کی ولادت 511ھ میں ماہ رجب کی 8 تاریخ کو بروز پیر بعد نماز عصر ہوئی (حدائق الحنفیہ )

**وفات**:انکی وفات 593ھ/1197ء میں مؤرخہ 14 ذی الحجہ منگل کی شب کو ہوئی۔آپ کو سمر قند کے شہر ماکردین میں تربۃ المحمدین کے قریب دفن کیا گیا، جس قبرستان میں چار سو سے زیادہ صاحبِ تصنیف و افتاء اور اہل علم مدفون تھے جن میں سے ہر ایک کا نام " محمد " تھا ان سے لوگوں بڑی تعداد میں استفادہ کیا تھا۔ بعض اہل علم نے " مجتہد مسائل " سے آپ کی تاریخ وفات نکالی (حدائق الحنفیہ )

**حج کی سعادت**:امام مرغینانی 544ھ میں حج اور زیارت روضہِ رسول ﷺ کا شرف حاصل کیا۔

**تحصیل علم**: انہون نے اپنی تمام تر تعلیم مرغینان کے علاوہ دیگر بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کے دوران حاصل کی، چنانچہ آپ نے حصول علم کی خاطر، سمرقند، نیشاپور
، مرو، بلخ، بخارا، اوش، حرمین، ہمدان، اور بغداد کی طرف رختِ سفر باندھا، مرغینانی نے اپنے والد محترم سے پڑھنے کے علاوہ اپنے دور کے اساطین امت سے علوم کی تحصیل جو ہر فن میں مرجع خلائق تھے، جن کے اسماء کی ایک طویل فہرست ہے، جن میں سے چند خاص اساتذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

1۔☆ نجم الدین ابو حفص عمر بن احمد النسفی جنہوں نے عقائد پر ایک رسالہ "العقائد النسفیہ" لکھا جس کی شرح علامہ تفتازانی نے "شرح العقائد النسفیہ" کے نام سے تصنیف کی، جو درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

2۔☆ حسام الدین عمر بن عبد العزیز بن مازہ، یہ الصدر الشہید کے لقب سے معروف ہیں۔

3۔☆ ابو عمرو عثمان بن علی البیکندی، یہ شمس الائمہ سرخسی کے شاگرد تھے، جو فقہ حنفی کی معروف کتاب "المبوسط" کے مصنف ہیں۔ المبسوط تیس جلدوں پر مشتمل اور انتہائی اہم و مستند ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔

4۔☆ ضیاء الدین محمد بن الحسین البندینجی، یہ امام علاؤالدین سمرقندی کے شاگرد ہیں۔

5۔☆ قوام الدین احمد بن عبد الرشید البخاری، یہ کتاب "خلاصۃ الفتاویٰ" کے مصنف کے والد ہیں۔

**مقام ومرتبت:** مرغینانی حافظ قرآن، مفسر، محدث، فقیہ، محقق ومدقق، ادیب، شاعر ، بہت بڑے اصولی، اور متقی، عبادت گزار بزرگ تھے، لیکن ان کی شہرت کا مابہ الامتیاز پہلو اُن کی قانون و فقہی بصیرت اور تبحر و تفحص ہے،۔

فقہاء احناف کے نزدیک وہ اصحاب ترجیح کے درجے پر فائز ہیں

**سوال:** اصحاب ترجیح کسے کہتے ہیں؟۔ **جواب:** علمائے ماہرین فقہ و شریعت نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں۔ شرح عقود رسم المفتی میں علامہ شامی نے بیان فرمایا،

1۔**طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِى الشَّرْعِ:** جیسے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) اور وہ لوگ جو قواعد اصول کی تاسیس میں نیز اَدِلہ اربعہ (قرآن پاک، احادیث، قیاس اور اجماع) سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اصول وفروع میں بغیر کسی اور کی تقلید کے ان ہی ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہی رہے۔

**2۔طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِى الْمَذْهَب: جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور جملہ تلامذہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم، یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلہ اربعہ سے اپنے استاد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستخرجہ قواعد واُصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کر سکیں**

**3۔طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِى الْمَسَائِل: یہ وہ حضرات ہیں جو ای سے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحبِ المذہب سے نہیں ملتی اپنے آئمہ کرام کے مقرر کردہ**

قواعد و اُصول کے مطابق کرتے ہیں جی سے علامہ خصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۶۱ ھ، علامہ ابو جعفر الطحاوی متوفی ۳۲۱ ھ، حضرت ابوالحسن الکرخی متوفی ۳۴۰ ھ، حضرت شمس الائمہ الحلوانی متوفی ۴۵۶ ھ، حضرت شمس الائمہ السرخسی متوفی ۵۰۰ ھ حضرت فخر الاسلام بزدوی متوفی ۴۸۲ ھ، علامہ فخر الدین قاضی خان متوفی ۵۹۳ ھ وغیرہم ،یہ حضرات نہ اصول میں نہ فروع میں کسی میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں (کر سکتے

4: طَبَقَۃُ اَصْحَابِ التَّخْرِیْجِ مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ

جیسے امام رازی متوفی ۳۷۰ ھ وغیرہ یہ حضرات اجتہاد پر بالکل قادر نہیں لیکن چونکہ یہ جملہ قواعد واُصول کا پورا علم اور مسائل و قواعد کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ ای سے اُمور کی تفصیل بیان کردیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول مروی ہو جو مجمل ہے اور اس میں دو۲ صورتیں نکل رہی ہوں یا کوئی ایسا قول جو دو چیزوں کا محتمل ہے اور وہ صاحبِ مذہب سے یا ان کے تلامذۂ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی ہے اس کی تشریح و تفصیل اُصول و قیاس اور امثال و نظائر کی روشنی میں بیان کردیں صاحبِ ہدایہ نے جہاں کہیں کہا ہے کذا فی تخریج الکرخییا کذا فی تخریج الرازی ،اس کا یہی مطلب ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔

5۔طَبَقَۃُ اَصْحَابِ التَّرْجِیْحِ مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ: جی سے ابوالحسن قدوری متوفی ۴۲۸ ھ، صاحب الہدایہ متوفی ۵۹۳ ھ وغیرہما۔ان کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات بعض روایات کو بعض پر تفضیل

دینے کی اہلیت رکھتے تھے جی سے وہ کسی روایت کی تفضیل میں فرماتے ہیں: ھذا اولیٰ یا ھذا اصح یا ھذا اوضح یا ھذا اوفق للقیاس وغیرھا۔

6۔طَبَقَۃُ الْمُقَلِّدِیْنَ الْقَادِرِیْنَ عَلَی التَّمْیِیْزِ: جی سے صاحب کنز، صاحب المختار، صاحب الوقایہ، اور صاحب المجمع اور اصحاب المتون المعتبرۃ۔ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں ضعیف و مردود اقوال بیان نہیں کرتے اور روایات میں قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایۃ، ظاہر المذہب اور روایت نادرہ میں امتیاز و تمیز کرنے کے اہل ہیں۔

7۔طَبَقَۃُ الْمُقَلِّدِیْنَ الَّذِیْنَ لَایَقْدِرُوْنَ عَلَی مَاذُکِرَ: یہ حضرات کھرے کھوٹے، کمزور و قوی اور دائیں بائیں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جہاں سے بھی جو کچھ مواد مل جاتا ہے اسے جمع کرتے ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے یا ان سے مسائل میں رجوع کیا جائے۔(شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین ۱۱، ردالمحتار ۵۱۔۵۲ ج۱)

## سبق نمبر2

**تصانیف**:علامہ مرغینانی نے فقہ کے موضوع پر متعدد کتب تصنیف کیں، ان میں سے چند کا نام درج ذیل ہیں:

1۔بدایۃ المبتدی:علامہ مرغینانی نے اس کتاب مَتن امام محمد بن حسن شیبانی کی "الجامع الصغیر"اور امام قدوری کی "المختصر"کے مسائل کو جمع کیا ہے اور تبرکاً الجامع الصغیر کی ترتیبِ مسائل کو اپنی کتاب میں قائم رکھا،

2۔کفایۃالمنتھی:علامہ مرغینانی نے خود "بدایۃالمبتدی" کی ایک نہایت مبسوط شرح 80 جلدوں یا 80 اجزاء میں تحریر کی،اسی کتاب کی تلخیص ہدایہ کے نام سے کی۔

4۔منازل الحج،،، 5۔نشر المذاھب،،6۔مجموع النوازل اور بعض کے نزدیک اس کا نام مختارات النوازل ہے۔7۔مختار الفتاوی،8۔منتفی

المرفوع،۔9۔الفرائض،10۔التجنیس والمزید۔11۔شرح الجامع الکبیر

الھدایہ کاتعارف:علامہ مرغینانی کی تمام تصانیف میں جو مقام اور مرتبہ ہدایہ شریف کوملاوہ کسی دوسری تصنیف کو نہ مل سکا جیسا کہ سابقہ سطور میں ذکر کیا گیا کہ مرغینانی نے پہلے "بدایۃ المبتدی" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کے بعد اس کی مفصل شرح لکھی جو اسی اجزاء پر مشتمل تھی اس کا نام " کفایۃ المنتھی " رکھا۔کفایۃ المنتھی کی تکمیل کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ اتنی ضخیم کتاب کا مطالعہ اور اس سے استفادہ اہل علم کے لیے دشواری کا سبب ہوگا اس کی ایسی تلخیص کی جائے کہ اہم اور ضروری مسائل کا احاطہ بھی ہو جائے اور اس کی تعلیم و تعلم بھی آسان ہو۔چنانچہ انہوں نے 80 جلدوں کا خلاصہ 4 جلدوں میں "الھدایہ "کے نام سے کیا،جو کہ علامہ مرغینانی کی فقہی، تبحر علمی، بصیرت، تحقیق وتدقیق،وسعت مطالعہ،اوراجتہادی ملکہ و ثقاہت کا کامل ثبوت ہے،ھدایہ شریف کی تعریف وتوصیف بعض نے اس طرح کی

إن (الهداية) كالقرآن قد نسخت * ما صنفوا قبلها في الشرع من كتب
فاحفظ قواعدها واسلك مسالكها * يسلم مقالك من زيغ ومن كذب

ھدایہ شریف قرآن کی طرح لکھی گئی ہے،اس سے پہلے شریعت میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی، پس تو اس کے قواعد و ضوابط کو حفظ کرلے اور اس راستے پر چل تیری بات کجی اور جھوٹ سے محفوظ ہو جائے گی،

مرغینانانی نے الھدایہ کی تالیف کا آغاز 573ھ ماہ ذی القعدہ میں بروز بدھ وقت ظہر کیا تھا،اس کی تکمیل پر بعض علماء کے مطابق 13 سال صرف ہوئے،اس تمام مدت میں آپ مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے اور آپکی کوشش ہوتی تھی کہ اس کی خبر کسی کو نہ ہو،خادم کھانا رکھ کر جاتا تو آپ وہ کھانا کسی طالب علم یا حاجت مند کو عنایت فرماتے،خادم یہ سمجھتا کہ آپ نے کھانا کھایا ہوگا،آپ کے اس زھد اور تقویٰ کی وجہ سے آپکی یہ کتاب علماء میں مقبول ہو گئی ہے،(کشف الظنون)

آپ کے شاگرد برہان الاسلام الزرنوجی کہتے ہیں کہ مرغینانی کتب کی تدریس کا آغاز بدھ کے دن سے کرتے تھے،وہ اپنے استاد سے بیان کرتے ہیں،مامِنْ شَیْءٍ بُدِئَ یومَ الاربعاءِ الا وقد تمّ،۔۔اگر کوئی کام بروز بدھ شروع کیا جائے تو ضرور پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے،مزید برآں وہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی یہی معمول تھا،چنانچہ اس معمول کی اقتداء آج تک بیشتر علماء و فقہاء کرتے چلے آرہے ہیں۔

**سب سے پہلے ھدایہ کا درس لینے والے:** سب سے پہلے شمس الائمہ عبدالستار الکردری نے صاحب ھدایہ سے اس کا درس لیا،(الجواہر المضئیہ)

# سبق نمبر3

1،★: مرغینانی کا طریق استدال یہ ہے کہ وہ ہر مسئلہ پر اقوالِ مختلفہ کو ان کے دلائل کے ساتھ پہلے بیان کردیتے ہیں۔ چنانچہ حنفی مسلک کے ضمن میں وہ بالعموم امامین (امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی) کا مدعیٰ اور دلیل بھی پہلے رقم کردیتے ہیں، اور آخر میں وہ قول جو ان کے نزدیک مذہبِ مختار ہو دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ تمام متذکرہ بالا اشکالات اور احتمالات کا اندفاع ہوجائے اور اس جواب کی حثیت حتمی قرار پائے، آخر میں کیا جانے والا یہ قول مقبول بالعموم امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا ہوتا ہے، اگر کہیں یہ ترتیب بدل جائے یعنی امام اعظم کا قول پہے بیان کردیں اور صاحبین کا بعد میں تو یوں سمجھنا چاہیے کہ مرغینانی کا میلان طبع امامین کے موقف کی طرف ہے۔

2☆۔ قال مشائخنا، یعنی ہمارے مشائخ نے کہا، صاحبِ عنایہ کے نزدیک اس سے مراد ماواء النھر اور بخارا و سمرقند کے علماء ہیں۔ صاحبِ فتح القدیر کے نزدیک "فی دیارنا" کا بھی یہی مفہوم ہے۔

3☆۔ مرغینانی "الاصل" سے مراد امام محمد بن حسن شیبانی کی "المبسوط" لیتے ہیں، اسی مفہوم میں یہ الفاظ عبارت میں نظر آتے ہیں "کذافی الاصل"۔ حاجی خلیفہ اور حمید الدین کی یہی تحقیق ہے،

4☆۔ مرغینانی "المختصر" یا الکتاب" سے مختصر القدوری مراد لیتے ہیں۔ لیکن کئی شارحین کے نزدیک "الکتاب" کا لفظ سیاق و سباق کے اعتبار سے مختلف نسبتوں میں استعمال کیا جاتا ہے، کبھی

اس سے مراد "الجامع الصغیر، کبھی قدوری، اور کبھی اپنا اصل متن " یعنی بدایۃ المبتدی جسکی شرح ھدایہ ہے، مراد لیتے ہیں۔اسی طرح مرغینانی بعض اوقات صرف " قال " لکھ دیتے ہیں، اس سے بھی کبھی " صاحبِ الجامع الصغیر، یعنی امام محمد، کبھی " صاحب المختصر " یعنی امام قدوری، اور کبھی اس سے مراد خود ہوتے ہیں، جس کے لیے انہوں نے " قال العبد الضعیف " بطور عاجزی لکھے ہیں پھر ان کے تلامذہ نے اس کی جگہ " قال رضی اللہ عنہ " لکھا ہے۔

5☆۔ کہیں پر یہ الفاظ ملتے ہیں " ھذا الحدیث محمول علی المعنی " یہ حدیث فلاں معنی پر محمول ہے ،اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ائمہ حدیث نے اسے اس معنی پر محمعل کیا ہے۔اگر مرغینانی "نَحْمِلُہ" لکھ دیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ یہ میرا اجتہاد ہے، پہلے ائمہ نے یہ معنی بیان نہیں کیے،

6☆۔ مرغینانی کبھی " عند فلان، اور کبھی ع " عن فلان " لکھتے ہیں، اول الذکر سے مراد کسی امام کا مذہب ہوتا جب کہ آخر الذکر کسی کی روایت ہوتی ہے، علامہ عینی "شرح الھدایہ" میں لکھتے ہیں کہ عن کا ظاہر الروایہ کے علاوہ کسی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور امام ابن الہمام بیان کرتے ہیں کہ " عند " کا کلمہ مذہبِ فقہی پر دلالت کرتا ہے،

7☆۔ اگر قدوری اور جامع الصغیر کی عبارت میں اختلاف واقع ہو جائے تو مرغینانی الجامع الصغیر کی عبارت کو فوقیت دیتے ہیں اس سے اپنے قول کی تصریح کرتے ہیں،

8☆۔ جس مسئلہ پر علماء کا اختلاف ہو وہاں لفظ " قالوا " استعمال کرتے ہیں جس سے اس مسئلہ کی مختلف فیہ حثیت اجاگر ہو جاتی ہے۔

9☆۔مرغینانی احکام کی وضاحت کے لیے سوال مقدر کا طریقہ استعمال کرتے ہیں، مثلاً "فان قیل کذا قلنا کذا۔فان قال قائل فنقول، (اگر کوئی شخص یوں کہے تو ہم یہ جواب دیں گے ) سوال مقدر کے بعد متصلاً جواب دیتے چلے جاتے ہیں، اس طریقے سے مرغینانی نے ہزاروں قانونی و فقہی پیچیدگیوں کو حل کر دیا ہے،

9☆۔مرغینانی اگر کسی مسئلہ پر کوئی نظیر وارد کریں اور بعد میں اس مسئلہ یا نظیر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو مذکورہ مسئلہ کے لیے اسم اشارہ قریب استعمال کرتے ہیں اور مذکورہ نظیر کے لیے اسم اشارہ بعید لاتے ہیں۔

10☆۔جب مرغینانی، مسائلِ اصول یا ظاہر الروایہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان سے مراد امام محمد شیبانی علیہ الرحمہ کی مصنفہ چھ کتب ہوتی ہیں جن کے نام یہ ہیں،

1،المبسوط۔2،الزیادات۔3،الجامع الصغیر۔4،الجامع الکبیر۔5،السیر الصغیر۔6،السیر الکبیر۔

## سبق نمبر4

**طبقات المسائل عند الاحناف**: یاد رکھیں مذہب حنفی میں مسائل کے تین طبقات ہیں (1) ظاہر الروایہ :ماقبل مذکور چھ کتابیں میں بیان کردہ مسائل کو ظاہر الروایہ کہتے ہیں یہ سب کتابیں ثقہ راویوں سے مروی ہیں اس لیے ان کو ظاہر الروایہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ،اور فقہ حنفی کے ماخذ کی حثیت رکھتی ہیں، صحیح قول کے مطابق ان میں ،امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد علیہم الرحمہ کے بیان کردہ مسائل مذکور ہیں۔

**(2) مسائل النوادر**: ان سے مراد وہ مسئل ہیں جو امام محمد کی ماقبل مذکور چھ کتب میں نہ ہو بلکہ دوسری کتب میں ہوں جو کہ اسلوب نمبر 11 میں مذکور ہیں، یا پھر وہ مسائل ان کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جی سے حسن بن زیاد کی "اَلْمُجَرَّد" وغیرہا اور کتب الامالی جو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے املاء کرائی تھیں

**(3) الواقعات**: طبقات مسائل کی یہ تیسری قسم ہے۔یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے مرتب و مولف فرمایا (1) جو کہ امام ابویوسف اور امام محمد کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ان کی بہت بڑی تعداد ہے صاحبین ( امام ابویوسف و امام محمد)کے تلامذہ میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعۃ، ابو سلیمان جرجانی، ابو حفص البخاری وغیرہم ہیں اور ان کے بعد کا گروہ محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل ، نصیر بن یحیٰی، ابوالنصر القاسم بن سلام وغیرہم پر مشتمل ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے قوی دلائل و اسباب کی بناء پر اصحاب مذہب کے خلاف کسی مسئلہ کو ثابت کیا ہے ان کے فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پرآئی وہ کتاب النوازل ہے جو فقیہ ابواللیث سمرقندی کی ہے ان کے بعددیگر فقہاء نے بہت سے مجموعے مرتب فرمائے جیسے مجموع النوازل،واقعات الناطفی اورواقعات صدر الشہید وغیرہا۔پھر بعد کے فقہاء نے ان کے مسائل کو مخلوط وغیر متمیز طور پر بیان فرمایا جیساکہ "فتاویٰ قاضی خان"اور"الخلاصہ "وغیرہمامیں ہیں اور بعض فقہاء نے ان کو ترتیب و تمیز کے ساتھ بیان فرمایا جی سے رضی الدین السرخی کی کتاب"المحیط"انہوں نے اس کی ترتیب میں اولاً مسائل الاصول بیان فرمائے پھر نوادر پھر فتاویٰ کو ذکر کیا۔یہ ذکر کرنا دلچسپی سے

خالی نہ ہوگا کہ مسائل اصول میں الحاکم الشہید کی تصنیف کتاب ''الکافی'' نقل مذہب میں بڑی معتمد کتاب ہے اس کو قبول عام حاصل ہو ااور بڑے بڑے اکابر علماء ،فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں جی سے امام شمس الائمہ السرخسی کی ''مبسوط سرخسی''اس کے بارے میں علامہ طرسوسی کا بیان ہے کہ ''مبسوط سرخسی''کا مقام یہ ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے اور اس کے خلاف پر عمل نہیں کیا جاتا۔ کتب مذہب میں ایک اور کتاب''المُنتَقٰی '' بھی ہے یہ بھی انہیں کی ہے لیکن اس کا وہ مقام نہیں ،اس میں کچھ نوادر بھی ہیں جیسا کہ "شرح عقود رسم المفتی" میں مذکور ہے ماخوذ از بہار شریعت ملخصاً۔

11☆۔ مرغینانی علیہ الرحمہ بعض اوقات مسائل النوادر کا ذکر کرتے ہیں،ان سے مراد امام محمد ہی کی دیگر کتب کے مسائل ہوتے ہیں،جو ان چار قسموں پر مشتمل ہیں :

1۔الرقیات: جو مسائل امام محمد نے اس دور میں جمع کیے جب وہ رقہ میں قاضی تھے اور ان سے محمد بن سماء نے روایت کیے۔

2۔الکیسنیات: جو مسائل امام محمد نے ابو عمر اور سلیمان بن شعیب الکیسانی کے لیے جمع کیے۔

3۔الھارونیات: جو مسائل امام محمد نے ہارون الرشید (خلیفہ بنو عباس) کے دور میں جمع کیے۔

4۔الجرجانیات: جو مسائل امام محمد نے جرجان میں جمع کیے۔

12☆۔بعض اوقات مرغینانی اپنی تحریر میں کتب الامالی کا ذکر بھی کرتے ہیں۔اس سے مراد وہ روایات ہیں جو امام ابو یوسف سے مروی ہیں۔

## ھدایہ پر ہونے والا علمی کام

**تخریج احادیث الھدایہ**:1، شیخ محی الدین عبدالقادر بن محمد القرشی المصری (م775ھ) کی "العانیہ نمعرفۃ احادیث الھدایہ"

2۔شیخ علاؤالدین علی بن عثمان المعروف بابن الترکمانی الماردینی (م750ھ) کی "الکفایہ فی معرفۃ احادیث الھدایہ"

3، شیخ جماالدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی (762ھ) کی نصب الرایۃ لاحادیث الھدایہ"

4۔حافظ ابن حجر العسقلانی (م852ھ) کی الدرایہ فی منتخب احادیث الھدایہ" یہ کتاب دراصل امام زیلعی کی نصب الرایہ کی تلخیص ہے

**شروح الھدایہ**:1۔الفوائد، مصنفہ حمید الدین علی بن محمد العزیز البخاری (م667ھ)

2۔نھایہ الکفایہ فی درایۃ الھدایہ، مصنفہ: تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعہ الاول عبید اللہ المحبوبی الحنفی (م672ھ)

3،الغایہ،4،النہایہ،5۔معراج الدرایہ الی شرح الھدایہ،6۔غایۃ البیان و نادرۃ الاقران،7۔البنایہ۔8،العنایہ،

## سبق نمبر5

### كِتَابُ الطِّهَارَاتِ:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ} [المائدة: 6] الْآيَةَ (فَفَرْضُ الطَّهَارَةِ: غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ، وَمَسْحُ الرَّأْسِ) بِهَذَا النَّصِّ،وَالْغَسْلُ هُوَ الْإِسَالَةُ وَالْمَسْحُ هُوَ الْإِصَابَةُ. وَحَدُّ الْوَجْهِ مِنْ قِصَاصِ الشَّعْرِ إِلَى أَسْفَلِ الذَّقَنِ وَإِلَى شَحْمَتَيْ الْأُذُنِ؛ لِأَنَّ الْمُوَاجَهَةَ تَقَعُ بِهَذِهِ الْجُمْلَةِ وَهُوَ مُشْتَقٌّ مِنْهَا ،

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھولیا کرو (الآیہ) لہٰذا تین اعضا کا دھونا اور سر کا مسح کرنا اس نص قرآنی کی رو سے وضو کے فرائض میں داخل ہے۔اور غسل پانی بہانے کا نام ہے اور مسح پانی پہچانے کا نام ہے۔اور چہرے کی حد بال اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی دونوں لو تک ہے،اس لیے کہ مواجہ ان تمام سے حاصل ہوتی ہے اور وجہ مواجھت ہی سے مشتق ہے۔

**سوال2:** قولہ: كِتَابُ الطِّهَارَاتِ، کتاب اور طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں:

**جواب:** کتاب کا لغوی معنی ہے: حروف کا جمع ہونا، جبکہ اصطلاحی تعریف یوں ہے: فقہی مسائل کا ایسا مجموعہ جسکو مستقل اعتبار کیا جائے چاہے انواع کو شامل ہو یا نہ ہو (العنایہ)، اور طہارات یہ طہارت کی جمع ہے جسکا لغوی معنی: پاکی، اور صفائی ہے، اور اصطلاحی تعریف یہ ہے: طہارت اس وصف کو کہتے ہیں جو حدث یا جنابت دور کرنے کے لیے حاصل کیا جائے۔

**سوال3:** صاحب کتاب نے طہارات جمع کا لفظ کیوں استعمال کیا؟

**جواب:** طہارت کی بہت ساری قسمیں ہیں اسی وجہ سے جمع کے صیغے کو استعمال کیا،

**سوال4:** مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کی ابتدا کتاب طہارت سے کیوں کی؟

**جواب:** ایمان کے بعد سب سے اہم رکن نماز ہے،اس لیے نماز سے کتاب کا آغاز کرنا چاہیے تھا مگر چونکہ طہارت نماز کی شرط اور حدیث: مفتاح الصلوٰۃ الطھور، کے مطابق چابی ہے،اس لیے طہارت سے آغاز فرمایا۔

**سوال5:** صاحب کتاب علیہ الرحمہ نے وضو کے فرائض کو ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل آیہ شریفہ کو ذکر فرمایا، قاعدہ ہے کہ دلیل دعوی کے بعد دی جاتی ہے، لیکن مصنف نے دلیل کو پہلے اور دعویٰ کو بعد میں ذکر کیا اسکی کیا وجہ ہے،؟

**جواب:** تیمن اور تبرک کے لیے پہلے آیہ شریفہ کو ذکر کیا۔

**سوال:** فرض کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں:

**جواب:** فرض لغت میں کثیر معانی میں آیا ہم یہاں "البنایہ" کچھ نقل کرتے ہیں

(1)۔ القطع، يقال فرض الخياط الثوب أي قطعه،

(2) التقدير، قال الله تعالى: {فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (سورة البقرة: الآية 237) أي قدرتم

(3) التفصيل قال الله تعالى: " سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا " (النور: الآية 1) ، أي فصلناها

(4) البيان قال الله تعالى: {قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ} [التحريم: 2] (التحريم: الآية 2) أي بين الله لكم كفارة أيمانكم،

(5) الحد قال الله تعالى: {لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا} [النساء: 118] (النساء: الآية 118) أي محدودا

(6) وبمعنى العطية، يقال: ما أصبت منه فرضا ولا فريضا أي عطية.

**اصطلاحی معنی:** وفي اصطلاح الشرع: ما ثبت بدليل قطعي لا شبهة فيه كالكتاب والسنة المتواترة:

جو دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شک نہ ہو جیسے کتاب اللہ، اور سنتِ متواترہ (حدیث متواتر) کذافی البنایہ

بہار شریعت میں ہے: فرضِ اعتقادی: جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو (یعنی ایسی دلیل سے جس میں کوئی شبہہ نہ ہو) اس کا انکار کرنے والا آئمہ حنفیّہ کے نزدیک مطلّقاً کافر ہے اور اگر اسکی فرضیت دینِ اسلام کا عام خاص پر روشن واضح مسئلہ ہو جب تو اس کے منکر کے کفر پر اِجماعِ قطعی ہے ایسا کہ جو اس منکر کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے اور بہرحال جو کسی فرضِ اعتقادی کو بلا عذرِ صحیح شرعی قصداً ایک بار بھی چھوڑے فاسق و مرتکبِ کبیرہ و مستحقِ عذاب نار ہے جیسے نماز، رکوع، سجود۔

فرضِ عملی: وہ جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو مگر نظرِ مجتہد میں بحکمِ دلائل شرعیہ جزم ہے کہ بے اس کے کیے آدمی بری الذمہ نہ ہو گا یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت

کے اندر فرض ہے تو وہ عبادت بے اس کے باطل و کالعدم ہوگی۔اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے ،ہاں اگر کوئی شخص کہ دلائلِ شَرعیہ میں نظر کا اہل ہے دلیلِ شَرعی سے اس کا انکار کرے تو کر سکتا ہے۔ جیسے آئمہ مجتہدین کے اختلافات کہ ایک امام کسی چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے نہیں مثلاً حنفیّہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح وُضو میں فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا ، حنفیّہ کے نزدیک وُضو میں بسم اللہ کہنا اور نیت سنت ہے اور حنبلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض اور ان کے سوا اور بہت سی مثالیں ہیں۔اس فرضِ عملی میں ہر شخص اُسی کی پیروی کرے جس کا مقلّد ہے اپنے امام کے خلاف بلا ضرورتِ شَرعی دوسرے کی پیروی جائز نہیں۔

**سوال6:** بیان کردہ آیہ شریفہ سے کون کون سے اور کتنے فرائض ثابت ہوئے؟

**جواب:** اس آیت سے وضو کے چار فرض ثابت ہوئے، جسکو صاحب ھدایہ " ففرض الطهارة" سے بیان فرمارہے ہیں (ا) چہرہ دھونا (2) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (3) سر کا مسح کرنا (4) دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا

**سوال7:** " غَسل اور مسح "کا کیا معنیٰ صاحب ھدایہ نے بیان فرمایا؟

**جواب:** غسل کا معنی "الاسالہ "یعنی پانی بہانا اور مسح کا معنی "الاصابہ "یعنی پانی پہنچانا ذکر کیا۔

**سوال8:** صاحبِ ھدایہ نے چہرے کی کہاں سے کہاں تک بیان کی اور اس کی دلیل کیا دی ہے؟

**جواب:** چہرے کی حد بال اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی دونوں لو تک بیان کی ہے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ کیونکہ وجہہ یہ " مواجهہ " سے مشتق ہے اور مواجہہ اتنی حد چہرے کو کہتے۔

**سوال**9:آیت مبارکہ کا ترجمہ کے مطابق "جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھو،،،الخ"جو بھی نماز کے لیے کھڑے ہو چاہے باوضو ہو یا بے وضو ہو سب کے لیے وضو ضروری ہے حالانکہ جس کو پہلے سے وضو ہو اس کے لیے دوبارہ وضو ضروری نہیں ہوتا،تو اس آیت سے کی وضاحت فرمائیں؟

**جواب**:یہاں لفظ "وانتم محدثون "پوشیدہ ہے اب اس کا ترجمہ یوں ہوگا:اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو اس حال میں کہ تم محدث ہو تو اپنے چہروں کو دھو،،الخ لہٰذا اب کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا

**سوال**10:اس کو پوشیدہ کیوں رکھا گیا؟

**جواب**:طہارت کے ساتھ لفظ "محدث "کو ملانا ناپسند و مکروہ جانا اس لیے نہیں ذکر فرمایا ھکذا فی العنیایہ شرح الھدایہ (واللہ اعلم بالصواب)

## سبق نمبر6

(وَالْمِرْفَقَانِ وَالْكَعْبَانِ يَدْخُلَانِ فِي الْغَسْلِ) عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –،هُوَ يَقُولُ: الْغَايَةُ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا كَاللَّيْلِ فِي بَابِ الصَّوْمِ.

وَلَنَا أَنَّ هَذِهِ الْغَايَةَ لِإِسْقَاطِ مَا وَرَاءَهَا إذْ لَوْلَاهَا لَاسْتَوْعَبَتْ الْوَظِيفَةُ الْكُلَّ، وَفِي بَابِ الصَّوْمِ لِمَدِّ الْحُكْمِ إلَيْهَا إذْ الِاسْمُ يُطْلَقُ عَلَى الْإِمْسَاكِ سَاعَةً.وَالْكَعْبُ هُوَ الْعَظْمُ النَّاتِئُ هُوَ الصَّحِيحُ وَمِنْهُ الْكَاعِبُ.

**ترجمہ:** دونوں کہنیاں اور ٹخنے دھونے میں داخل ہیں ہمارے نزدیک بخلاف امام زفر کے۔وہ فرماتے ہیں کہ غایت، مغیا میں داخل نہیں ہوتی ہے، جیسے رات روزے کے باب میں۔ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ غایت توماوراء غایت کو ساقط کرنے کے لیے ہے کیونکہ اگر یہ غایت نہ ہوتی تو دھونا پورے عضو کو محیط ہو جاتا۔اور باب صوم میں رات تک حکم کو کھینچ لے جانے کے لیے ہے اس لیے کہ لفظ صوم ایک ساعت امساک کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔اور کعب وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے یہی صحیح ہے اور اسی سے کاعب مشتق ہے۔

**سوال 12:** دونوں کہنیاں اور ٹخنے دھونے میں داخل ہیں یا نہیں اس بارے میں ائمہ احناف کا اختلاف مع دلیل کے قلمبند کریں۔

**جواب:** ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین علیہم الرحمہ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے دھونے میں داخل ہیں۔جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک دھونے میں داخل نہیں۔

امام زفرکی دلیل: آیت مرفقین اور کعبین غایت ہیں غایت مطلقا مغیا میں داخل نہیں ہوتی جیسے: اتموا الصیام الی اللیل، میں لیل روزے کے حکم میں داخل نہیں اسی طرح مرفقین، یدین کے حکم میں اور کعبین رجلین کے حکم میں داخل نہیں ہوں گے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: ہماری دلیل یہ ہے کہ غایت کی دو قسمیں ہیں (1) غایت اسقاط: اگر غایت مغیا کی جنس سے ہو تو اس کو غایت اسقاط کہتے ہیں،، یہ غایت مغیا کے حکم میں داخل ہوتا ہے

جیسے مرفقین وکعبین یہ مغیا یعنی یدین اور رجلین کی جنس سے ہیں لہٰذا یہ مغیا کے حکم (غسلِ یدین ور جلین ) میں داخل ہیں، اس کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے تاکہ غایت کے ماوراء (مابعد) کو مغیا کے حکم سے ساقط کردے اگر یہ غایت نہ لائی جاتی تو وظیفۂِ غَسل تمام ید کو بغل تک شامل ہوتا کیونکہ ید انگلیوں سے لے کر بغل تک ہوتا ہے اسی طرح رجل بھی ران کے آخر تک ہوتا ہے (2) غایت اثبات: اگر غایت مغیا کی جنس سے نہ ہو تو اس کو غایتِ اثبات کہتے ہیں۔ یہ غایت مغیا کے حکم میں داخل نہیں ہوتا، جیسے: اتموا الصیام اللیل، میں کہ لیل روزے کی جنس سے نہیں، اس غایت کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے تاکہ غایت مغیا کے حکم کو کھینچ کر اپنے تک لائے۔ صوم ایک لمحے کے امساک کو کہتے ہیں پس لیل کو یہاں اس لیے ذکر کیا تاکہ صوم (الامساک ساعۃً) کے حکم کو کھینچ کر اپنے تک لائے، اگر یہ غایت نہ لائی جاتی تو روزہ ایک ساعت کا رہ جاتا، امام زفر نے غایت اسقاط کو غایت اثبات پر قیاس کیا جو قیاس مع الفارق ہے.

## سبق نمبر7

قَالَ (وَالْمَفْرُوضُ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ وَهُوَ رُبْعُ الرَّأْسِ) لِمَا رَوَى الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ «أَنَّ النَّبِيَّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ وَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى نَاصِيَتِهِ وَخُفَّيْهِ» وَالْكِتَابُ مُجْمَلٌ فَالْتَحَقَ بَيَانًا بِهِ، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي التَّقْدِيرِ بِثَلَاثِ شَعَرَاتٍ، وَعَلَى مَالِكٍ فِي اشْتِرَاطِ لِاسْتِيعَابِ. وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ: قَدَّرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِنَا بِثَلَاثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ لِأَنَّهَا أَكْثَرُ مَا هُوَ الْأَصْلُ فِي آلَةِ الْمَسْحِ.

**ترجمہ:** فرمایا: اور مسح میں فرض مقدار ناصیہ ہے، اور وہ چوتھائی سر ہے اس حدیث کی وجہ سے جو مغیرہ بن شعبہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کی کوڑے پر تشریف لائے، پس آپ ﷺ نے بول فرمایا اور وضو کیا اور اپنے ناصیہ اور دونوں موزوں پر مسح کیا، اور قرآن کی آیت مجمل ہے پس یہ حدیث اس کے ساتھ لاحق ہوئی اور یہی حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے تین بالوں کو مقرر کرنے میں، اور امام مالکؒ کے خلاف حجت ہے استیعاب (پورے سر) کی شرط لگانے میں، اور بعض روایات میں ناصیہ کی مقدار کی تقدیر بعض اصحاب نے ہاتھ کی تین انگلیوں کے ساتھ فرمائی کیونکہ تین انگلیاں اکثر ہیں اس چیز کا جو آلۂ مسح میں اصل ہے۔

**سوال:** سر کی مقدار مفروض کے بارے ائمہ اربعہ کا کیا موقف ہے؟ **جواب:**

**امام اعظم کا موقف:** چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے چاہے آگے سے ہو پیچھے سے ہو دائیں ہو یا بائیں ۔

**امام شافعی:** تین بالوں وفی روایۃ ایک بال کا مسح کرنا۔

**امام مالک:** سارے سر کا مسح۔

**امام احمد بن حنبل** رضی اللہ عنھم: آپ کا اور امام مالک کا ایک ہی موقف

دلائل: سب کا مستدل یہی آیت ہے چنانچہ امام شافعی علیہ الرحم فرماتے ہیں کہ یہ آیت مطلق ہے اس میں مقدار کا کوئی بیان نہیں لہذا المطلق یجری علی اطلاقہ کے مطابق مطلق راءس کا مسح فرض ہوا چاہے تین بال ہی کیوں نہ ہوں (دوسری روایت میں ایک بال)۔

امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ ایت میں راس کے مسح کا ذکر ہے "وامسحوا برؤوسکم" راس پورے سر کو کہتے ہیں لہذا پورے سر کا مسح فرض ہے،

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ: ایت بیان مقدار مفروض میں مجمل ہے نہ کہ مطلق، مجمل بیان اور تفصیل کا متقاضی ہے،اور اس کا بیان حدیث مغیرہ میں ہے (اوپر مذکور ہے ) کہ مسح میں استعیاب فرض نہیں بلکہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے

**سوال:** خبرِ واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں، جبکہ حنفی مقدار مفروض کے بیان میں حدیث مغیرہ جو کہ خبر واحد ہے زیادتی کر رہے ہیں۔؟

**جواب:** وَالْكِتَابُ مُجْمَلٌ فَالْتَحَقَ بَيَانًا بِهِ، حنفی زیادتی نہیں کر رہے،آیت مجمل ہے اور مجمل کے بیان کے لیے خبر واحد کا سہارا لینا جائز ہے۔

**سوال:** وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ،،،،الخ بتائیں یہ حدیث امام شافعی اور امام مالک ،کے خلاف کیسے حجت ہے؟؟

**جواب:** امام شافعی کے خلاف حجت اس طرح ہے کہ اگر ربع راس سے کم مسح جائز ہوتا تو کم از کم ایک مرتبہ ضرور حضور ﷺ اس پر عمل کرکے اپنی امت کو بتادیتے لیکن ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں چوتھائی سر سے کم مسح کا ذکر ہو۔

اور امام مالک علیہ الرحمہ کے خلاف اس طرح حجت ہے حضور ﷺ کبھی بھی فرض کو ترک نہیں کر سکتے نہ ہی یہ آپ ﷺ کی شان ہے لان الانبیاء معصمون عن المعاصی، اگر استیعاب فرض ہوتا حضور ﷺ نے مقدار ناصیہ (چوتھائی سر کا مسح) کیوں فرمایا؟ لہٰذا احناف کا مذہب سب سے پختہ ہوا۔

**سوال:** وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ،،، الخ اس عبارت سے کیا مراد ہے وضاحت کریں۔
**جواب:** مراد یہ ہے کہ ہمارے بعض اصحاب (احناف) نے "مقدارِ ناصیہ" سے مراد ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار بیان کی ہے کیوں ہاتھ مسح میں عموماً آلہ ہوتا ہے الاکثر حکم الکل کے قاعدے کے تحت تین انگلیوں سے مسح ہو جاتا ہے (مگر اس پر فتوی نہیں) یہ مسئلہ نوادر میں امام محمد علیہ الرحمہ سے منقول ہے (البنائیہ)

**سوال:** یہ جو مقدار مفروض کے بارے ائمہ کا اختلاف ہوا اس فرض سے کون سا فرض مراد ہے؟
**جواب:** یہ فرض ظنی ہے جس کو صاحب بہار شریعت نے فرض عملی کا نام دیا اور اسکی تفصیل پہلے بیان کی جاچکی ہے۔

# سبق نمبر8

قَالَ (وَسُنَنُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ إِدْخَالِهِمَا الْإِنَاء إِذَا اسْتَيْقَظَ الْمُتَوَضِّئُ مِنْ نَوْمِهِ) لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ» وَلِأَنَّ الْيَدَ آلَةُ التَّطْهِيرِ فَتُسَنُّ الْبُدَاءَةُ بِتَنْظِيفِهَا، وَهَذَا الْغَسْلُ إلَى الرُّسْغِ لِوُقُوعِ الْكِفَايَةِ بِهِ فِي التَّنْظِيفِ.

**ترجمہ:** امام قدوری فرماتے ہیں: کہ جب وضو کرنے والا نیند سے بیدار ہو جائے اس کے لیے دونوں ہاتھوں کو برتن میں ڈالنے سے پہلے انہیں دھونا وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے ۔(نقلی دلیل) اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈبوئے، یہاں تک کہ اسے تین مرتبہ دھولے، کیوں کہ اسے معلوم نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔ (عقلی دلیل) اور اس لیے بھی کہ ہاتھ پاک کرنے کا آلہ ہے، لہٰذا شروع میں اس کا صاف کرنا مسنون ہوگا۔اور یہ دھونا گٹوں تک ہے، اس لیے کہ گٹوں تک دھلنے سے صفائی میں کفایت ہو جاتی ہے۔

**سوال:** وَسُنَنُ الطَّهَارَةِ، فرائضِ وضو کے بیان میں مصنف نے "فرض الطھارۃ" ذکر کیا یعنی فرض کو بصیغۂ واحد ذکر کیا جبکہ یہاں سنت کی جمع سُنن ذکر کیا ایسا کیوں کیا؟

**جواب:** فرض مصدر ہے اور مصدر میں تثنیہ جمع وغیرہ کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا واحد ہی قلیل و کثیر کو شامل ہوتا ہے جبکہ سنت مصدر نہیں ہے اس لیے اس کو بصیغۂ جمع ذکر کیا۔

**سوال:** سنت کا لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کریں۔

**جواب:** سنت کا لغوی معنٰی "طریقہ" ہے اور علماء نے مختلف اصطلاحی معانی ذکر کیے ہم یہاں اس کو ذکر کر رہے ہیں جس کو صاحبِ بنایہ نے پسند فرمایا اور وہ تعریف خوہر زادہ کی ہے۔ ،

قال خواهر زاده: وحد السنة ما فعله – عَلَيْهِ السَّلَامُ – على سبيل المواظبة ويؤمر بإتيانها ويلام على تركها، جس کام کو رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کریں (مع ترکہ احیاناً) اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور اس کے ترک پر ملامت کیا گیا ہو،

بہار شریعت میں سنت کی تعریف:

**سنّتِ مؤکَّدہ:** وہ جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو ،البتہ بیانِ جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا وہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مگر جانبِ ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو، اس کا ترک اساء ت اور کرنا ثواب اور نادراًترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاقِ عذاب۔

**سنّتِ غیر مؤکَّدہ:** وہ کہ نظرِ شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے عام ازیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں ،اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجبِ عتاب نہیں۔

**سوال:** اس مسئلہ کو واضح اور عام فہم انداز میں سمجھائیں۔

**جواب:** اصل میں یہاں مصنف علیہ الرحمہ دو سنت ایک ہی عبارت میں بیان کر رہے ہیں (1) یہ ہے کہ جب وضو کرنے والا بندہ نیند سے بیدار ہو جائے تو اس کے لیے سنت ہے کہ وہ برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے دھولے، احتمال نجاست کی وجہ سے (2) مطلّقاً وضو کی ابتدا میں ہاتھ دھونا سنت ہے چاہے نجاست کا احتمال ہو یا نہ ہو۔

**سوال:** اسکی سنت ہونے پر کیا دلیل ہے؟

**جواب:** صاحب ھدایہ نے اسکی دو دلیلیں دیں (1) نقلی اور (2) عقلی۔۔ نقلی دلیل یہ حدیث ہے: اذا استیقظ احدکم ،،،، الخ اور عقلی دلیل یہ دی ہے: ولان الید آلۃ التطھیر،،،، الخ، یعنی ہاتھ صفائی کا آلہ ہے جب یہ صاف ہوگا تبھی دوسرے اعضاء کی صفائی ہو سکتی ہے جب یہ ہی صاف نہ ہو تو دوسرے اعضاء کی کیسے صفائی ہو سکتی ہے۔

**سوال:** کیا یہ صرف نیند سے بیدار ہونے والے کے لیے سنت ہے؟

**جواب:** جی نہیں، یہ عام ہے جو بھی وضو کا ارادہ کرے اگر اس کو نجاست کا احتمال ہے تو اس کے لیے سنت ہے (العنایہ)۔

**سوال:** پھر حدیث میں نید سے بیدار ہونے کی قید کیوں ہے؟

**جواب:** ملک حجاز ایک گرم ملک ہے، اور اس دور میں لوگوں کی عادت ڈھیلے سے استنجا کرنے کی تھی سونے میں پسینہ آتا اور اندیشہ ہوتا کہ موضع نجاست پر ہاتھ لگ جائے، اس لیے یہ حکم دیا گیا کہ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولے تا یہ احتمال ہی نہ پیدا ہو کہ شاید ہاتھ موضع نجاست پر پہنچ کر نجس نہ ہو گیا ہو، (فتاوی امجدیہ ج 1 ص 6) فائدہ: اس مقام پر صاحب عنایہ اور بنایہ نے لکھا کہ یہ حدیث عبادات کے باب میں احتیاط پر دلیل ہے

**سوال:** برتن میں ہاتھ ڈالنے کا ذکر فرمایا، اگر کوئی ہاتھ برتن میں ڈالے ہی نہ بلکہ ٹونٹی یا لوٹے سے دھولے تو پھر کیا حکم ہے؟

**جواب**: برتن کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس دور میں لوگ برتن سے وضو کرتے تھے، اور ہاتھ برتن میں ڈال کر وضو کرتے لیکن اب یہ صورت نہیں تو پھر اس کی حاجت بھی نہیں، مگر ہاتھوں کو پہلے دھونا سنت ہی رہے گا، ہاں ایسا موقع بن گیا کہ ہاتھ برتن میں ڈال کر ہی وضو کرنا ہو تو اسکا طریقہ یہ ہے، اگر پانی بڑے برتن میں ہو اور کوئی چھوٹا برتن بھی نہیں کہ اس میں پانی اونڈیل کر ہاتھ دھوئے، تو اسے چاہیئے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر صرف وہ انگلیاں پانی میں ڈالے، ہتھیلی کا کوئی حصہ پانی میں نہ پڑے اور پانی نکال کر دہنا ہاتھ گٹے تک تین بار دھوئے پھر دہنے ہاتھ کو جہاں تک دھویا ہے بلا تکلّف پانی میں ڈال سکتا ہے اور اس سے پانی نکال کر بایاں ہاتھ دھوئے۔ اگر چھوٹے برتن میں پانی ہے یا پانی تو بڑے برتن میں ہے مگر وہاں کوئی چھوٹا برتن بھی موجود ہے اور اس نے بے دھویا ہاتھ پانی میں ڈال دیا بلکہ اُنگلی کا پَورا یا ناخن ڈالا تو وہ سارا پانی وُضو کے قابل نہ رہا مائے مُستعمل ہو گیا۔ (العنایہ، شامی۔ بہار شریعت)

**سوال**: ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا تو فرض ہے جبکہ یہاں فرما رہے ہیں کہ ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا سنت ہے؟

**جواب**: ہاتھوں کو دھونا واقعی فرض ہے مگر تقدیم غسل الیدین الی الرسغ سنت ہے (یعنی ہاتھوں تمام اعضاء سے پہلے دھونا سنت ہے) کمافی البنایہ

# سبق نمبر9

قَالَ (وَتَسْمِيَةُ اللَّهِ تَعَالَى فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ) لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «لَا وُضُوءَلِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللَّهَ» وَالْمُرَادُ بِهِ نَفْيُ الْفَضِيلَةِ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ وَإِنْ سَمَّاهَا فِي الْكِتَابِ سُنَّةً،

وَيُسَمِّي قَبْلَ الِاسْتِنْجَاءِ وَبَعْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ.

قالَ (وَالسِّوَاكُ) لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – كَانَ يُوَاظِبُ عَلَيْهِ وَعِنْدَ فَقْدِهِ يُعَالِجُ بِالْأُصْبُعِ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – فَعَلَ كَذَلِكَ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ.

قَالَ (وَالْمَضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ) لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – فَعَلَهُمَا عَلَى الْمُوَاظَبَةِ. وَكَيْفِيَّتُهُ أَنْ يُمَضْمِضَ ثَلَاثًا يَأْخُذُ لِكُلِّ مَرَّةٍ مَاءً جَدِيدًا ثُمَّ يَسْتَنْشِقَ كَذَلِكَ هُوَ الْمَحْكِيُّ مِنْ وُضُوءِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –

**ترجمہ:** امام قدوری نے فرمایا: وضو کی ابتدا میں بسم اللہ شریف پڑھنا (وضو کی سنت ہے) آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اس کا وضو نہیں جس نے بسم اللہ نہ پڑھا، اس (حدیث) سے فضیلت کی نفی ہے (نہ کہ وضو کی) اور اصح یہ کہ وہ مستحب ہے اگرچہ امام قدوری نے اسے کتاب (قدوری) میں سنت ذکر کیا۔ اور استنجا سے پہلے اور بعد پڑھے گا یہی صحیح ہے۔

امام قدوری نے فرمایا: اور مسواک (کا استعمال بھی سنت ہے) کیونکہ آپ ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی (ہمیشہ عمل کیا مع ترکہ احیانا) اور اس کے نہ ہوتے وقت انگلی استعمال کرنے چاہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے کیا، اور اصح یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

فرماتے ہیں: کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا (سنت ہے) کیونکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اس طرح کیا (مگر احیانا ترک بھی فرمایا) اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ کلی کرے ہر مرتبہ نیا پانی لے پھر اسی طرح کلی کرے یہ آپ ﷺ کے وضو سے حکایات کیا گیا۔

## سوالات، مع تشریح

**سوال:** وضو کی دوسری سنت کون سی صاحب ھدایہ نے ذکر کیا؟

**جواب:** وَتَسْمِيَةُ اللَّهِ تَعَالَى فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ، ،وضو کی ابتدا میں بسم اللہ شریف پڑھنا

**سوال:** اس کی دلیل کیا ہے؟

**جواب:** لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «لَا وُضُوءَلِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللَّهَ»

آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اس کا وضو نہیں جس نے بسم اللہ نہ پڑھا،

**سوال:** اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جس نے بسم اللہ نہیں پڑھا اس کا وضو نہیں ہو گا کیا حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے؟

**جواب:** جی نہیں، یہاں فضیلت کی نفی ہے یعنی وضو کی فضیلت نہیں ملے گی،

**سوال:** یہ کیسے ثابت ہوا کہ یہاں فضیلت کی نفی ہے؟

**جواب:** کیونکہ اگر ہم ظاہری معنی پر عمل کریں تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئی گی ،(مراد آیۃ وضو ہے جس میں چار فرض ثابت ہیں) حالانکہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں،اس کی نظیر«لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد» .ہے حالانکہ اگر وہ گھر میں بھی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائیگی (البنایہ)

**سوال:** صاحب ھدایہ کے نزدیک وضو کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ وَإِنْ سَمَّاهَا فِي الْكِتَابِ سُنَّةً،ان کے نزدیک مستحب ہے

**سوال:** اگر شروع میں بسم اللہ یاد نہ رہا اثنائے وضو پڑھنے سے سنت ادا ہو جائیگی؟

**جواب:** جی نہیں، کیونکہ وضو ایک عمل ہے بخلاف کھانے کے کیونکہ اس کا ہر لقمہ ایک عمل ہے

لہٰذا کھانے کے درمیان تو پڑھ سکتے ہیں وضو کے درمیان میں سنت کی فضیلت نہیں ملے گی۔

**سوال:** کیا بسم اللہ شریف استنجا سے پہلے بھی پڑھنا سنت ہے؟

**جواب:** وَيُسَمِّي قَبْلَ الِاسْتِنْجَاءِ وَبَعْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ،،،جی ہاں استنجا سے پہلے اور بعد پڑھ لینا چاہیے

**سوال:** وضو کی تیسری سنت کون سی ذکر کیا؟

**جواب:** (وَالسِّوَاكُ)،، مسواک استعمال کرنا۔

**سوال:** اس کی دلیل کیا ہے؟

**جواب:** لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – كَانَ يُوَاظِبُ عَلَيْهِ،، کیونکہ آپ ﷺ اس پر مواظبت فرمائی مع ترکہ احیاناً۔

**سوال:** اگر مسواک نہ ہو تو پھر کیا کریں؟۔

**جواب:** وَعِنْدَ فَقْدِهِ يُعَالِجُ بِالْأُصْبُعِ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – فَعَلَ كَذَلِكَ،انگلی سے دانتوں کو رگڑے کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے کیا۔

**سوال:** صاحب ھدایہ کے نزدیک وضو میں مسواک کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ،،،، مستحب ہے (مگر صحیح یہ ہے کہ سنت ہے)

**سوال:** وضو کی چوتھی سنت کون سی ہے؟

**جواب:** (وَالْمَضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ)،، چوتھی سنت کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا ہے

**سوال:** اس کی دلیل کیا ہے؟

**جواب:** لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – فَعَلَهُمَا عَلَى الْمُوَاظَبَةِ-- کیونکہ آپ ﷺ نے ان پر مواظبت کے ساتھ عمل کیا، کبھی کبھار ترک بھی فرمایا.

**سوال:** کلی اور ناک میں پانی چڑھانے کا کیا طریقہ صاحب هدایہ نے تحریر فرمایا؟

**جواب:** وَكَيْفِيَّتُهُ أَنْ يُمَضْمِضَ ثَلَاثًا يَأْخُذُ لِكُلِّ مَرَّةٍ مَاءً ،،،الخ اوران کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ کلی کرے ہر مرتبہ نیا پانی لے پھر اسی طرح کلی کرے یہ آپ ﷺ کے وضو سے حکایات کیا گیا۔

**سوال:** مضمضہ اور استنشاق کی کیفت بیان کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟

**جواب:** امام شافعی علیہ الرحمہ کا رد مقصود ہے،

**سوال:** امام شافعی کا کیا موقف ہے اس بارے میں مع دلیل بتائیں

**جواب:** امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ ایک ہی پانی کے ساتھ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا ہے،،اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے کیا جیسے کہ بخاری اور مسلم وغیرہ میں حدیث مروی جس کو صاحب بنایہ نے تحریر کیا۔

**سوال:** امام شافعی کی دلیل کا کیا جواب احناف نے دیا؟

**جواب:** نقلی اور عقلی دلیل سے رد کیا۔ نقلی دلیل صاحب بنایہ نے دی ہے جو کہ بنایہ میں مذکور ہے۔جس کو طبرانی نے اپنے معجم میں حضرت طلحہ سے روایت کیا «أن رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – توضأ فتمضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا يأخذ لكل واحدة ماء جديدا الحديث» اس میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کے لیے جدید پانی لیا،،،،

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ، ناک اور منہ دو الگ الگ عضو ہیں تو ان کے لیے پانی بھی الگ الگ ہونا چاہیے جیسے بقیہ اعضاء وضو کے لیے الگ الگ پانی استعمال ہوتا ہے،--اور امام شافعی کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں استعانت نہیں لی جیسے منہ دھونے کے لیے

دونوں ہاتھ استعمال ہوتے ہیں بلکہ ایک ہاتھ سے آپ نے کلی اور ناک میں پانی چڑھایا (العنایہ، والبنایہ)

## سبق نمبر10

(وَمَسْحُ الْأُذُنَيْنِ) وَهُوَ سُنَّةٌ بِمَاءِ الرَّأْسِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «الْأُذُنَانِ مِنْ الرَّأْسِ»وَالْمُرَادُ بَيَانُ الْحُكْمِ دُونَ الْخِلْقَةِ. قَالَ (وَتَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – أَمَرَهُ جِبْرِيلُ – عَلَيْهِ السَّلَامُ – بِذَلِكَ،وَقِيلَ هُوَ سُنَّةٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، لِأَنَّ السُّنَّةَ إكْمَالُ الْفَرْضِ فِي مَحَلِّهِ وَالدَّاخِلُ لَيْسَ بِمَحَلِّ الْفَرْضِ قَالَ (وَتَخْلِيلُ الْأَصَابِعِ) لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «خَلِّلُوا أَصَابِعَكُمْ كَيْ لَا تَتَخَلَّلَهَا نَارُ جَهَنَّمَ» وَلِأَنَّهُ إكْمَالُ الْفَرْضِ فِي مَحَلِّهِ.

قَالَ (وَتَكْرَارُ الْغَسْلِ إلَى الثَّلَاثِ) «لِأَنَّ النَّبِيَّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَقَالَ: هَذَا وُضُوءٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ تَعَالَى الصَّلَاةَ إلَّا بِهِ، وَتَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ: هَذَا وُضُوءُ مَنْ يُضَاعِفُ اللَّهُ لَهُ الْأَجْرَ مَرَّتَيْنِ، وَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَقَالَ: هَذَا وُضُوئِي وَوُضُوءُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ تَعَدَّى وَظَلَمَ» .

وَالْوَعِيدُ لِعَدَمِ رُؤْيَتِهِ سُنَّةً.

قَالَ (وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُتَوَضِّئِ أَنْ يَنْوِيَ الطَّهَارَةَ) فَالنِّيَّةُ فِي الْوُضُوءِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ فَرْضٌ؛ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ فَلَا تَصِحُّ بِدُونِ النِّيَّةِ كَالتَّيَمُّمِ. وَلَنَا أَنَّهُ لَا يَقَعُ قُرْبَةً إلَّا بِالنِّيَّةِ، وَلَكِنَّهُ يَقَعُ مِفْتَاحًا لِلصَّلَاةِ لِوُقُوعِهِ طَهَارَةً بِاسْتِعْمَالِ الْمُطَهِّرِ،

بِخِلَافِ التَّيَمُّمِ لِأَنَّ التُّرَابَ غَيْرُ مُطَهِّرٍ إلَّا فِي حَالِ إرَادَةِ الصَّلَاةِ، أَوْ هُوَ يُنْبِئُ عَنْ الْقَصْدِ

(وَمَسْحُ الْأُذُنَيْنِ) وَهُوَ سُنَّةٌ بِمَاءِ الرَّأْسِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «الْأُذُنَانِ مِنْ الرَّأْسِ»وَالْمُرَادُ بَيَانُ الْحُكْمِ دُونَ الْخِلْقَةِ. قَالَ (وَتَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – أَمَرَهُ جِبْرِيلُ – عَلَيْهِ السَّلَامُ – بِذَلِكَ،وَقِيلَ هُوَ سُنَّةٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، لِأَنَّ السُّنَّةَ إكْمَالُ الْفَرْضِ فِي مَحَلِّهِ وَالدَّاخِلُ لَيْسَ بِمَحَلِّ الْفَرْضِ قَالَ (وَتَخْلِيلُ الْأَصَابِعِ) لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «خَلِّلُوا أَصَابِعَكُمْ كَيْ لَا تَتَخَلَّلَهَا نَارُ جَهَنَّمَ» وَلِأَنَّهُ إكْمَالُ الْفَرْضِ فِي مَحَلِّهِ.

قَالَ (وَتَكْرَارُ الْغَسْلِ إلَى الثَّلَاثِ) «لِأَنَّ النَّبِيَّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَقَالَ: هَذَا وُضُوءٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ تَعَالَى الصَّلَاةَ إلَّا بِهِ، وَتَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ: هَذَا وُضُوءُ مَنْ يُضَاعِفُ اللَّهُ لَهُ الْأَجْرَ مَرَّتَيْنِ، وَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَقَالَ: هَذَا وُضُوئِي وَوُضُوءُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ تَعَدَّى وَظَلَمَ» .

وَالْوَعِيدُ لِعَدَمِ رُؤْيَتِهِ سُنَّةً.

قَالَ (وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُتَوَضِّئِ أَنْ يَنْوِيَ الطَّهَارَةَ) فَالنِّيَّةُ فِي الْوُضُوءِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ فَرْضٌ؛ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ فَلَا تَصِحُّ بِدُونِ النِّيَّةِ كَالتَّيَمُّمِ. وَلَنَا أَنَّهُ لَا يَقَعُ قُرْبَةً إلَّا بِالنِّيَّةِ، وَلَكِنَّهُ يَقَعُ مِفْتَاحًا لِلصَّلَاةِ لِوُقُوعِهِ طَهَارَةً بِاسْتِعْمَالِ الْمُطَهِّرِ،

بِخِلَافِ التَّيَمُّمِ لِأَنَّ التُّرَابَ غَيْرُ مُطَهِّرٍ إلَّا فِي حَالِ إرَادَةِ الصَّلَاةِ، أَوْ هُوَ يُنْبِئُ عَنْ الْقَصْدِ

# سبق نمبر11

وَيَسْتَوْعِبُ رَأْسَهُ بِالْمَسْحِ) وَهُوَ سُنَّةٌ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: السُّنَّةُ التَّثْلِيثُ بِمِيَاهٍ مُخْتَلِفَةٍ اعْتِبَارًا بِالْمَغْسُولِ. وَلَنَا أَنَّ أَنَسًا – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً وَقَالَ: هَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –. وَالَّذِي يُرْوَى مِنْ التَّثْلِيثِ مَحْمُولٌ عَلَيْهِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ، وَهُوَ مَشْرُوعٌ عَلَى مَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلِأَنَّ الْمَفْرُوضَ هُوَ الْمَسْحُ وَبِالتَّكْرَارِ يَصِيرُ غُسْلًا، وَلَا يَكُونُ مَسْنُونًا فَصَارَ كَمَسْحِ الْخُفِّ، بِخِلَافِ الْغُسْلِ لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّكْرَارُ

**ترجمہ:** اور مستحب ہے کہ تمام سر کا مسح کرے گا(عندالقدوری)اور وہ سنت ہے (عندالمرغینانی هوالاصح وعلیہ الجمہور)امام شافعی فرماتے ہیں: سنت تین مختلف پانی کے ساتھ تین مرتبہ مسح کرنا سنت ہے (اعضاء) مغسول پر اعتبار کرتے ہوئے۔ہمارے دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا تین ےین مرتبہ اور سر کا مسح ایک مرتبہ کیااور فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے ۔اور تثلیث کی روایت ہے وہ ایک پانی کے ساتھ (تین بار مسح کرنے) پر محمول ہےاور وہ امام ابو حنیفہ سے حسن نے جو روایت کے اس کے مطابق مشروع ہے۔اور اس لیے کہ فرض مسح ہےاور تکرار کے وہ غسل ہو جائے گا،جو کہ مسنون نہیں ہے تو وہ موزے پر مسح کی طرح ہو گیا،بخلاف غسل کے کیونکہ اس کو تکرار مضر نہیں۔

# سولات مع تشریح

**سوال:** وضو کی دسویں سنت کونسی ہے

**جواب:** تمام سر کا مسح کرنا

**سوال:** اس میں امام شافعی کا کیا موقف ہے مع دلیل پیش کریں اور احناف کا بھی موقف مع دلیل پیش کریں

**جواب:** قَالَ الشَّافِعِيُّ: السُّنَّةُ التَّثْلِيثُ بِمِيَاهٍ مُخْتَلِفَةٍ اعْتِبَارًا بِالْمَغْسُول،،،،

امام شافعی کی دلیل: فرماتے ہیں تین مرتبہ مختلف پانی کے ساتھ مسح کرنا سنت ہے کیونکہ یہ ایک وضو کا رکن ہے تو اس میں تثلیث سنت ہے جس طرح اعضاء مغسولہ ہاتھ، چہرہ اور پاؤں دھونے میں تثلیث سنت ہے،

دوسری دلیل صاحب عنایہ نے امام شافعی کی طرف سے یہ حدیث پیش کی جس کو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنھما نے روایت کیا: قَدْ رُوِيَ عَنْ «عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ أَنَّهُمَا حَكَيَا وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَغَسَلَا ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَا ثَلَاثًا» ان دونوں ہستیوں نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے بتایا، تین تین مرتبہ اعضاء مغسولہ کو دھویا اور تین مرتبہ مسح کیا،

احناف کی دلیل: نقلی دلیل: وَلَنَا أَنَّ أَنَسًا - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً وَقَالَ: هَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. ہماری دلیل حضرت انس کی یہ حدیث ہے کہ انہوں نے تین تین مرتبہ وضو کیا (دھویا) اور سر کا مسح ایک مرتبہ کیا، اور فرمایا، یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَمُعَاذٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْبَرَاءِ وَأَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ مِثْلُ ذَلِكَ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَمَنْ بَعْدَهُمْ (العنایہ)

**عقلی دلیل:** دوسری دلیل عقلی ہے اور اس سے امام شافعی کی دلیل کا رد بھی ہو جائے گا، وَلِأَنَّ الْمَفْرُوضَ هُوَ الْمَسْحُ وَبِالتَّكْرَارِ يَصِيرُ غُسْلًا،،،، الخ،،، وضو میں فرض مسح ہے اگر تین مرتبہ نئے پانی کے ساتھ مسح کیا جائے تو وہ غسل (دھونا) ہو جائے گا، جو کہ سراسر کتاب وسنت کے خلاف ہے، لہٰذا تکرار مسنون نہیں، کیونکہ سنت تو یہ ہے کہ وہ فرض کو اس کے محل میں کامل کر دے، نہ یہ کہ وہ مسح کو غَسل کی طرف نقل کرے (العنایہ)،،، تو تکرار مسح کو فاسد کر دیتا ہے بخلاف غسل کے اس کو تکرار فاسد نہیں کرتا لہٰذا امام شافعی کا ممسوح کو مغسول پر قیاس فاسد ہے،

(قولہ۔ فصار کمسح الحف،) سر کا مسح وضو میں مسح ہے تو جو بھی مسح ہے اس میں تثلیث سنت نہیں جیسے موزے پر مسح کرنا۔

**امام شافعی کی نقلی دلیل کا جواب:** امام شافعی کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنھما سے مشہور وہی حدیث ہے جو ہم نے دلیل کے طور پر پیش کیا لیکن علی تقدیر ثبوتہ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ ایک پانی سے تین مرتبہ مسح کیا (کیونکہ اس میں مختلف پانی کی صراحت نہیں) یہ موقف تو امام اعظم کا ہے جیسے کہ امام حسن نے امام سے روایت کی ہے، لہٰذا اسکو ہمارے خلاف حجت پیش کرنا درست نہیں۔

**سوال:** پانی تو ایک مرتبہ مسح سے مستعمل ہو جائے گا پھر دوسری اور تیسری مرتبہ مسح کیسے ہوگا؟ **جواب:** مستعمل اس وقت ہو تو جب ایک فرض کے لیے استعمال کرنے کے بعد اسی پانی سے دوسرا فرض پورا کرتے، سنت کے لیے یہ حکم نہیں کیونکہ یہ فرض کے تابع ہے، کیا نہیں دیکھتے کہ ایک پانی کے ساتھ استیعاب سنت ہے حالانکہ سر کے ایک حصے پر ہاتھ رکھنے سے پانی مستعمل ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ اس سے سنت ادا کی جارہی اس لیے مستعمل کا حکم نہیں لگے گا (کما فی العنایہ)

## سبق نمبر12

قَالَ (وَيُرَتِّبُ الْوُضُوءَ فَيَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ تَعَالَى بِذِكْرِهِ وَبِالْمَيَامِنِ) فَالتَّرْتِيبُ فِي الْوُضُوءِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: فَرْضٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ} [المائدة: 6] الْآيَةَ، وَالْفَاءُ لِلتَّعْقِيبِ. وَلَنَا أَنَّ الْمَذْكُورَ فِيهَا حَرْفُ الْوَاوِ وَهِيَ لِمُطْلَقِ الْجَمْعِ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ اللُّغَةِ فَتَقْتَضِي إعْقَابَ غَسْلِ جُمْلَةِ الْأَعْضَاءِ وَالْبُدَاءَةُ بِالْمَيَامِنِ فَضِيلَةٌ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «إنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ التَّيَامُنَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى التَّنَعُّلِ وَالتَّرَجُّلِ» .

**ترجمہ**:امام قدوری فرماتے ہیں اور وضو میں ترتیب قائم رکھے،پس اس عضو سے شروع کرے جس کے تذکرے سے اللہ تعالی نے (قرآن کریم میں آیۃ وضو میں) ابتدا کی،اور سیدھے جانب شروع کرنا۔ترتیب وضو میں ہمارے نزدیک سنت ہے امام شافعی فرماتے ہیں:فرض ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے،،فاغسلوا وجوھکم،،،،اور فاء تعقیب کے لیے ہے۔اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آیۃ مبارکہ میں حرف واو مذکور ہے جو کہ مطلق جمع کے لیے آتا ہے اہل لغت کے اجماع کے ساتھ،پس وہ تقاضا کرتا ہے تمام اعضاء کے دھونے کی تعقیب کا(بعد میں دھونے کا بغیر ترتیب کے )اور سیدھی جانب شروع کرنا فضیلت ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے:بے شک اللہ تعالی ہر شیئ میں سیدھی جانب کو پسند فرماتا ہے حتیٰ کہ جوتے پہننے اور کنگھی کرنے میں بھی

# سوالات مع تشریح

**سوال:** وضو کی گیارہویں سنت کون سی صاحب ھدایہ نے ذکر کی ہے؟

**جواب:** (وَيُرَتِّبُ الْوُضُوءَ فَيَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ تَعَالَى بِذَكَرِهِ--جو ترتیب اللہ تعالی نے قرآن کریم کی آیہ وضو میں ذکر فرمایا اس ترتیب کے ساتھ وضو کرنا یعنی فرض میں پہلے چہرہ پھر ہاتھ پھر مسح پھر پاؤں دھونا

**سوال:** امام شافعی کا اس بارے کیا موقف ہے مع دلیل ذکر کریں اور پھر احناف کی طرف ان کا جواب بھی دیں

**جواب: امام شافعی موقف:** وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: فَرْضٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ} امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب فرض ہے۔

**امام شافعی کی دلیل:** امام شافعی کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ۔فاء تعقیب کے لیے استعمال ہوتا ہے،اور تعقیب ترتیب پر دلالت کرتی ہے مطلب نماز سے پہلے چہرہ دھوو،جب غسل وجہ میں ترتیب ثابت ہو گئ تو بقیہ اعضاء پر بھی ثابت ہو گئ کیونکہ وہ مرتَّب پر معطوف ہیں اور مرتب پر معطوف بھی مرتب ہوتا ہے۔

**احناف کے جوابات:** (1) سب سے پہلی بات یہ کہ یہاں جو فاء ہے وہ تعقیب کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ جو فاء تعقیب کے لیے ہوتا ہے وہ عاطفہ ہوتا جبکہ یہاں فاء عاطفہ نہیں بلکہ جواب

شرط کے لیے ہے جو کہ حرف رابطہ ہوتا ہے۔(2)اگر یہ بات مان بھی جائیں کہ یہ فاء تعقیب کے لیے ہے یعنی یہ اپنے مابعد کو ماقبل کے بعد ثابت کرتا ہے پھر بھی امام شافعی کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس فاء کے بعد واو ہے جو اہل لغت کے اجماعی موقف کے مطابق مطلق جمع کے لیے آتی ہے لہٰذا اب یہ تمام اعضا کو بغیر ترتیب کے دھونے کی تعقیب کا تقاضا کرتا ہے یعنی تقدیر آیت یوں ہوگی : إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا كذا وامسحوا كذا، کہ جب تم نماز کا ارادہ کرو تو ان اعضاء کو دھو اور ان کا مسح کرو۔اس میں مطلقاً غسل اور مسح مفہوم ہو رہا ہے یعنی نماز سے پہلے ان عضاء کو دھو و اور مسح کرو، جیسے کہ مرد اپنے غلام کو یوں کہے: إذا دخلت السوق فاشتر اللحم والخبز والبقل۔جب تو بازار میں داخل ہو تو گوشت اور روٹی اور سبزی خرید لے۔اس مثال میں مطلق جمع سمجھا جارہا ہے وہ جس طرح خریدے اس کی مراد یہ نہیں کہ پہلے گوشت خرید پھر روٹی پھر سبزی،اس طرح آیت وضو میں۔لہٰذا اس میں تو اعضاء کی ترتیب تو نہیں ثابت ہو رہا، (3)اس سے ہٹ کر بھی احناف کا موقف سنت اور اور اجماع سے بھی ثابت ہے،

چنانچہ ابو داود نے یہ حدیث روایت کی ہے: کہ نبی پاک ﷺ نے تیمّم کیا،آپ ﷺ نے چہرے سے پہلے ہاتھوں سے ابتدا کی۔جب تیمّم میں خلاف ترتیب ہو سکتا ہے تو پھر وضو میں بھی کیونکہ ان میں فرق کا کوئی قائل نہیں،

اور اجماع سے اس طرح کہ اگر وضو کی نیت سے کوئی اپنے اپ کو گہرے پانی میں ڈالے تو اس کا وضو متفق طور پر ہو جائے گا،اگرچہ یہاں ترتیب نہ پائی جائے،

**سوال:** داہنی جانب سے شروع کرنا وضو میں کیا ہے؟

**جواب:** وَالْبُدَاءَةُ بِالْمَيَامِنِ فَضِيلَةٌ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ التَّيَامُنَ---الخ،داہنی جانب سے شروع کرنا مستحب ہے،سرکار ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے بے شک اللہ عزوجل ہر شئی میں سیدھی طرف کو پسند فرماتا ہے،،،الخ

## سبق نمبر13

(فَصْلٌ فِي نَوَاقِضِ الْوُضُوءِ)

(الْمَعَانِي النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوءِ كُلُّ مَا يَخْرُجُ مِنْ السَّبِيلَيْنِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى {أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ} [المائدة: 6] «وَقِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – مَا الْحَدَثُ؟ قَالَ: مَا يَخْرُجُ مِنْ السَّبِيلَيْنِ» وَكَلِمَةُ مَا عَامَّةٌ فَتَتَنَاوَلُ الْمُعْتَادَ وَغَيْرَهُ (وَالدَّمُ وَالْقَيْحُ إذَا خَرَجَا مِنْ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَا إلَى مَوْضِعٍ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيرِ، وَالْقَيْءُ مِلْءَ الْفَمِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: الْخَارِجُ مِنْ غَيْرِ السَّبِيلَيْنِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ لِمَا رُوِيَ «أَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ» وَلِأَنَّ غَسْلَ غَيْرِ مَوْضِعِ الْإِصَابَةِ أَمْرٌ تَعَبُّدِيٌّ فَيُقْتَصَرُ عَلَى مَوْرِدِ الشَّرْعِ وَهُوَ الْمَخْرَجُ الْمُعْتَادُ، وَلَنَا قَوْلُهُ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ» وَقَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَنْ قَاءَ أَوْ رَعَفَ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَتَوَضَّأْ وَلِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ» وَلِأَنَّ خُرُوجَ النَّجَاسَةِ مُؤَثِّرٌ فِي زَوَالِ الطَّهَارَةِ، وَهَذَا الْقَدْرُ فِي الْأَصْلِ مَعْقُولٌ، وَالِاقْتِصَارُ عَلَى الْأَعْضَاءِ الْأَرْبَعَةِ غَيْرُ مَعْقُولٍ لَكِنَّهُ يَتَعَدَّى ضَرُورَةَ تَعَدِّي الْأَوَّلِ، غَيْرَ أَنَّ الْخُرُوجَ إنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِالسَّيَلَانِ إلَى مَوْضِعٍ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيرِ، وَبِمِلْءِ الْفَمِ فِي الْقَيْءِ لِأَنَّ بِزَوَالِ الْقِشْرَةِ تَظْهَرُ النَّجَاسَةُ فِي مَحَلِّهَا فَتَكُونُ بَادِيَةً لَا خَارِجَةً، بِخِلَافِ السَّبِيلَيْنِ لِأَنَّ ذَلِكَ الْوَضْعَ لَيْسَ بِمَوْضِعِ النَّجَاسَةِ فَيُسْتَدَلُّ بِالظُّهُورِ عَلَى الِانْتِقَالِ وَالْخُرُوجِ، وَمِلْءُ الْفَمِ أَنْ يَكُونَ بِحَالٍ لَا يُمْكِنُ ضَبْطُهُ إلَّا بِتَكَلُّفٍ لِأَنَّهُ يَخْرُجُ ظَاهِرًا فَاعْتُبِرَ خَارِجًا.

وَقَالَ زُفَرُ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: قَلِيلُ الْقَيْءِ وَكَثِيرُهُ سَوَاءٌ، وَكَذَا لَا يُشْتَرَطُ السَّيَلَانُ عِنْدَهُ اعْتِبَارًا بِالْمَخْرَجِ الْمُعْتَادِ، وَلِإِطْلَاقِ قَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «الْقَلْسُ حَدَثٌ» .

وَلَنَا قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «لَيْسَ فِي الْقَطْرَةِ وَالْقَطْرَتَيْنِ مِنَ الدَّمِ وُضُوءٌ إلَّا أَنْ يَكُونَ سَائِلًا» وَقَوْلُ عَلِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – حِينَ عَدَّ الْأَحْدَاثَ جُمْلَةً: أَوْ دَسْعَةً تَمْلَأُ الْفَمَ. وَإِذَا تَعَارَضَتْ الْأَخْبَارُ يُحْمَلُ مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – عَلَى الْقَلِيلِ، وَمَا رَوَاهُ زُفَرُ – رَحِمَهُ اللَّهُ – عَلَى الْكَثِيرِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَسْلَكَيْنِ قَدْ بَيَّنَّاهُ.

**ترجمہ:** یہ فصل وضو کو توڑنے والی چیزوں کے بارے میں ہے، وہ معانی (علل، اشیاء) جو وضو کو توڑنے والی ہیں (ان میں سے پہلی چیز) ہر وہ چیز جو سبیلین (قبل، دبر،) سے نکلے اللہ عزوجل کے اس فرمان کی وجہ سے (یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے واپس آئے) اور رسول اللہ سے پوچھا گیا کہ: حدث کیا ہے؟ فرمایا "ما یخرج من السبیلین "جو کچھ سبیلین سے نکلے۔ اور "ما" کا کلمہ عام ہے معتاد اور غیر معتاد دونوں کو شامل ہے ((وضو کو توڑنے والی دوسری چیز) خون اور پیپ جب بدن سے نکل کر ایسی جگہ پہنچ جائیں جس کو پاک کرنے کا حکم لاحق ہو۔ (تیسری چیز) اور منہ بھر قیئ) امام شافعی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ فرماتے ہیں کہ غیر سبیلین سے جو کچھ خارج ہو وہ ناقض وضو نہیں بوجہ حدیث کے جو رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے: کہ آپ ﷺ نے قے کی لیکن وضو نہیں فرمایا" اور اس لیے کہ (نجاست) نہ پہنچنے کی جگہ کو دھونا امر تعبدی (خلاف قیاس) ہے پس اقتصار کیا جائے گا مورد شرع پر اور وہ مخرج معتاد ہے / اور ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے "ہر بہنے والے خون سے وضو ہے" اور آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے "جس کو نماز میں قے آئی ہو یا نکسیر پھوٹی تو اسے چاہیے کہ وہ لوٹے جائے اور وضو کرے، اور اپنی نماز کی بنا کرے جب تک کلام نہ کرے۔ اور اس لیے کہ نجاست کا خارج ہونا زوال طہارت کو مؤثر ہے، اس قدر (نجاست کا زوال طہارت میں مؤثر ہونا) تو اصل (مقیس علیہ) میں معقول ہے، (ہاں) اعضاء اربعہ پر اقتصار کرنا غیر معقول ہے لیکن پہلے (زوال الطہارۃ بخروج النجاست) کے متعدی ہونے کی وجہ سے یہ بھی متعدی ہو گا۔ مگر یہکہ خروج متحقق ہو سیلان سے ایسی جگہ کی طرف جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہے اور منہ بھر قے سے۔ (وجہ یہ ہے کہ) چھلکا اترنے سے نجاست اپنے محل میں ظاہر ہو گی، تو یہ نجاست ظاہر ہونے والی کہلائے گی نہ کہ خارج ہونے والی۔ بخلاف سبیلین کے کیونکہ یہ موضع نجاست نہیں کہ ظہور سے انتقال پر استدلال کیا جائے۔ اور منہ بھر یہ ہے کہ بغیر تکلیف کے اس کا ضبط کرنا ممکن نا ہو کیونکہ وہ ظاہر ہو کر نکلے گا، پس اس کو خارج سمجھا جائے گا، اور امام زفر نے فرمایا قے کا قلیل اور کثیر سب برابر ہے اسی طرح مخرج معتاد پر قیاس کرتے ہوئے سیلان کی شرط نہیں ہے، اور حضور ﷺ کے قول "القلس حدث" کے مطلق ہونے کی وجہ سے

دعاء مغفرت کا طلب گار: محمد محمود نقشبندی تونسوی (مدرس جامعۃ المدینہ فیضان پیر پٹھان
تونسہ شریف: 03377649550